سائنسی تجربات اور اسلام

چاند تک انسان کی رسائی اور اسلام

از:۔ مولانا مفتی ظفر یاب

شریک تخصص فی الفقہ، سال دوم

(جامعہ المرکز الاسلامی بنوں)

نمبر شمار	ذیلی عنوانات	نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	کائنات پر انسان کی فضیلت	۲	کائنات میں تصرف کی رہنمائی انبیاءؑ نے فرمائی
۳	خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات	۴	قرآن کریم میں تیز رفتار سواریوں کی طرف اشارہ
۵	خلائی تسخیر خالص تمدنی اور سائنسی مسئلہ	۶	قرآن مجید اور لامحدود پرواز
۷	خلائی پرواز مدار شرافت نہیں	۸	جنات کی انسانوں تک رسائی
۹	تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں	۱۰	اسلام کی غیبی تائید سائنس سے ہو رہی ہے
۱۱	اسلام اور عہدِ حاضر کے سائنسی کارنامے	۱۲	مذہب اور سائنس کے حدود کار
۱۳	کائنات کی حقیقت اور سائنس دانوں کا اعتراف عجز	۱۴	اقلیم مذہب کی حدود اور وسعتیں
۱۵	سائنس اور مذہب میں کوئی تصادم نہیں	۱۶	چاند کی تسخیر میں اسلام کا موقف
۱۷	نظام فلکی اور آئمہ سلف	۱۸	آسمانوں کا وجود
۱۹	اسلام نے کبھی بھی سائنس اور مادی ترقیات سے نہیں روکا	۲۰	مسلمانوں کے تخلف کے اصل ذمہ دار
۲۱	چاند تک انسان کی رسائی اور چند شبہات کا ازالہ	۲۲	چند شبہات کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو حضرتِ انسان کے فائدے اور خدمت کے لئے پیدا کیا اور اس کو یہ قوت دی ہے کہ وہ تمام کائنات کو مسخر کر سکے اسی قوت تسخیر اور سائنسی ایجادات کے نتیجہ میں چاند اور زہرہ سیارہ تک انسان کی رسائی نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے اور دنیا میں ایک ہلچل سی مچ گئی ہے اور بعض ذہنوں میں یہ شکوک وشبہات پیدا ہو گئے کہ سائنس کی یہ ترقی اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے اس شکوک وشبہات کو علماء عصر حاضر نے یعنی اس کو رد کرتے ہوئے شریعت مطہرہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ چاند اور دوسرے سیاروں تک انسان کی رسائی سے اسلامی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس قسم کی جدید سائنسی ایجادات وترقیات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔

۱: کائنات پر انسان کی فضیلت:۔

خداوند کریم نے انسان کو کائنات پر صوری ومعنوی فضیلت عطا فرمائی ہے جسم میں انسان بہت چھوٹا ہے مگر صوری وظاہری محاسن میں سارے عالم پر فائق ہے اور عقل وادراک علم اور دوسری معنوی خوبیوں میں بھی ساری مخلوقات پر اسے سبقت حاصل ہے گویا کہ پوری کائنات اس مختصر سی جسم میں سمٹ گئی ہے اور عالم اکبر اس عالم اصغر میں پنہاں ہیں اس لئے کہا گیا ہے کہ پوری آفاقی آیات اس چھوٹے سے نفس میں موجود ہیں۔خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ ’’ولقد کرمنا بنی ادم وحملنا ھم فی البر والبحر وفضلنا ھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلا‘‘ ہم نے بنی آدم کو کرامت سے نوازا ہے اور اسے بر و بحر میں اٹھایا اور اسے بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

۲: کائنات میں تصرف کی رہنمائی انبیاءؑ نے فرمائی:۔

اس تصرف اور استعمال کی رہنمائی اپنے رسولوں کے ذریعے فرمائی جو معصوم عن الخطا اور معلم من اللہ تھے تاکہ انسان نفس اور شیطان کے دھوکہ اور خواہشات نفسانی کی وجہ سے اس امانت کو غلط طور پر استعمال نہ کرے اور تمام چیزوں کی ترکیب وتحلیل اپنے موقعہ پر اور نیک مقصد کے لئے کرے بے جا تصرف سے بذریعہ وحی منع فرمایا گیا ہے اور انبیاؑ کو دیئے گئے علوم میں رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی یہاں تک حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کی ذات پر علوم نبوت کی تکمیل کر دی گئی۔

۳: خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات:۔

آج کل چاند تک انسان کی رسائی اور پرواز نے ہر فرد کی توجہ اپنی طرف مبذول کرادی ہے سائنس کی اس ترقی نے بعض مسلمانوں کو بھی حیرت میں ڈال دیا ہے اور وہ اس غلط فہمی میں ہیں کہ اس سے اسلامی تعلیمات پر زد پڑتی ہے حالانکہ یہ تو محض ایک سائنسی اور تمدنی ترقی کا مسئلہ ہے زندگی کے تمدنی مسائل میں ہر دور اور ہر زمانہ کے لوگوں میں پچھلوں کی بہ نسبت ترقی ہوتی آرہی ہے اور ہمارے اسلاف نے اس کو دیکھ کر کبھی یہ خیال بھی نہیں کیا کہ اس ترقی سے اسلامی اصول مجروح ہوتے ہیں مثلاً پہلے زمانے میں سواری کا وسیلہ گھوڑا، خچر اور اونٹ تھا پھر موٹر اور ریل ایجاد ہوئی رفتہ رفتہ ہوائی جہاز ایجاد ہوئے اب میزائلوں اور راکٹوں کا اضافہ ہوا ہے۔

۴: قرآن کریم میں تیز رفتار سواریوں کی طرف اشارہ:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:’’والخیل والبغال والحمیر لترکبو ھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون ‘‘اور پیدا کئے اللہ نے گھوڑے، خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے زینت بھی ہے اور پیدا کیا ان کے علاوہ ایسی چیزوں کو جنہیں تم نہیں جانتے ’’ویخلق مالا تعلمون ‘مضارع کا صیغہ ہے اس میں قیامت تک وجود پذیر ہونے والی تمام تیز رفتار سواریاں آگئیں اسی طرح سمندری سواری کا ذکر فرما کر بعد کی ایجادات کی طرف اشارہ کر دیا۔’’وایۃ لھم آنا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون وخلقنا لھم من مثلہ ما یرکبون (یٰسین) ان کے لئے قدرت کی نشانی ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور

پیدا کیں ہم نے ان کے لئے کشتیوں کی مانند طرح طرح کی چیزیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔

۵: خلائی تسخیر خالص تمدنی اور سائنسی مسئلہ:۔

خلائی تسخیر کا مسئلہ بھی خالص تمدنی ترقی اور سائنسی تحقیق کا ہے جس میں کامیابی یا ناکامی دونوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں اسلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انسان ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت نہیں کر سکے گا اور نہ کبھی یہ کہا کہ خلاء میں ذی روح اجسام کی پرواز ناممکن ہے اور نہ یہ کہا کہ فضا میں کرہ نار اور زمہریر ہے جن سے ذی روح کا گزرنا محال ہے اور نہ یہ کہا کہ زمین کی کشش ثقل سے باہر نکلنا ناممکن ہے۔ یہ باتیں تو فلاسفہ یونان کی مخترعات ہیں جن کا بطلان اور تردید اسلامی معتقدات ہی نے کردی تھی۔

٦: قرآن مجید اور لامحدود پرواز:۔

قرآن مجید پلک جھپکنے میں ہزاروں میل مسافت طے کرنے کے نہ صرف امکان بلکہ وقوع کا قائل ہے بلکہ سباء کا تحت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔"**قال الذی عندہ علم من الکتب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک**"(النمل) اور کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا میں لادیتا ہوں میرے پاس اس تحت کو کہ پہلے اس کے کہ لوٹ آئے تیری طرف تیری نظر۔اور وہ طرفۃ العین میں تخت لے آئے گویا کہ راکٹ سی تیز رفتاری سے اسلام کو انکار نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حرکت اور سرعت ممکن ہے۔

۷: خلائی پرواز مدار شرافت نہیں:۔

انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر مدار شرافت اونچی پرواز کرنا نہیں ہے آج خلاء میں بادل پھر رہے ہیں انسان ایک عرصہ سے کئی کئی میل اوپر ہوائی جہاز میں پرواز کر رہا ہے تو اب اگر اس پرواز کی حد ڈھائی لاکھ میل خلاء میں چاند تک پہنچ گئی یا آئندہ اس سے بھی بڑھ جائے تو اس میں کیا استحالہ اور تعجب ہے اور قرآن مجید کے کون سے دعویٰ کا مقابلہ ہوا جو باعث حیرت بن جائے۔

۸: جنات کی آسمانوں تک رسائی:۔

قرآن مجید سے تو جنات کی آسمان تک پرواز تک ثابت ہوتی ہے قرآن مجید نے سورۃ جن میں جنات کی آپس میں گفتگو نقل فرمائی ہے۔

"**وانا لمسنا السماء فوجدنا ھا ملئت حرسا شدیداًوشھبا وانا کنا نقعد منھا مقاعد للمسع فمن یستمع الان یجدلہ شھاباً رصداً**"(سورۃ جن) اور یہ کہ ہم نے ٹٹول کر دیکھا تو آسمان کو پھر پایا پایا ہم نے اس کو کہ بھرا ہوا ہے سخت چوکیداروں سے اور انگاروں سے اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پر اب جو کوئی سننا چاہے وہ پائے گا اپنے واسطے انگارہ گھات میں'اس کی تفصیل بخاری شریف میں مذکور ہے کہ حضورﷺ کی بعثت سے قبل جنات اور شیاطین آسمانی دنیا تک پہنچ کر خفیہ ٹھکانوں پر بیٹھ جاتے ہیں تاکہ فرشتوں کی آپس میں گفتگو سن کر اسے کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچادیں اس میں سنی ہوئی کوئی بات تو درست ہوتی تھی اور

سو(۱۰۰) باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہوتی تھیں۔جن کو لوگوں میں مشہور ہوجانے پر اس وقت کے مذہب حق پر اثر پڑتا اس کے بعد دوسرے نبی آجاتے اور اس جھوٹ اور اس حق سے مخلوط باطل کو جدا کردیتے۔حضورﷺ چونکہ اللہ کریم کے آخری نبی ہیں خداوند کریم کو دین اسلام قیامت تک محفوظ رکھنا اور زائغین زیغ سے بچانا تھا اس لئے حضورﷺ کی بعثت کے بعد جنات کا آسمانوں تک پہنچنا روک دیا گیا اور اگر جنات اوپر جانے کی کوشش کرتے تو ان پر انگارے اور شہاب ثاقب پھینکے جاتے تاکہ آسمانی باتیں سن نہ سکیں اور دین اسلام خلط ملط نہ ہو اور صعود بلکہ آسمانوں کو چھونے تک کا بھی ثبوت ملتا ہے۔بعض روشن خیال اس کی بھی تاویل کرتے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنات میں آسمانوں تک پرواز کی صلاحیت رکھی ہے اس لئے جنات وہاں تک پرواز کرتے تھے جہاں تک ان کی پرواز پر پابندیاں لگی ہوئی نہ تھیں اب اگر انسان اپنے علم وتحقیق اور خدا کے دیئے ہوئے وسائل کی بناء پر اوپر چلائے جائے تو اس میں کوئی استحالہ نہیں ''اسلام میں ستاروں تک رسائی کے لئے آسمان سے گزرنے کا کہیں ذکر نہیں''۔اسلام میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ ستاروں تک رسائی کے لئے آسمان سے گزرنا پڑتا ہے یہ نہیں ہے کہ چاند آسمان دنیا اور سورج چوتھے آسمان پر ہے۔یا دیگر سیارے فلاں آسمان پر ہیں یا ثوابت سبعہ سیارہ ساتویں آسمان کے نیچے درجہ بدرجہ ہیں یہ فلاسفہ یونان کا عقیدہ اور بطلیموس کا مسلک ہے

۹: تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں:۔

قرآن مجید کا اعلان ہے کہ''ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنا ھا رجوماً للشیطین'' (سورۃ الملک) ہم نے آسمانی دنیا کو ستاروں سے مزین کردیا اور ہم نے بنایا انہیں شیاطین کو مارنے کی چیز۔شیاطین تو آسمان تک جاکر باہر رہتے ہیں آسمانوں میں تو داخل نہیں ہوسکتے پھر ان ستاروں سے ان کا رجم تبھی ہوسکتا ہے کہ ستارے بھی آسمانی دنیا سے باہر ہوں اور دنیا کی زینت بھی ان ستاروں سے تب ہی ہوسکتی اس لئے تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ''ان النجوم قنادیل معلقة بین السماء والارض بسلاسل من نور بایدی الملئکة'' ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں آسمان اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں''جدید سائنسدانوں کا قول بھی اس کے قریب قریب ہے مگر ہاں نور کی زنجیروں کی تعبیر کشش اور مرکز ثقل کے نام سے ہوتی ہے۔

''ویقرب منہ قول الفلاسفة الجدیدة لکن بالجذب'' (روح المعانی جلد۳ صفحہ۵۹) سورۃ طلاق کی آیت''ومن الارض مثلھن'' کے تحت تو صاف تصریح علامہ آلوسیؒ نے کی ہے کہ''ولم یقم دلیل علی ان شیئا من الکواکب مغروز فی شئی من السموٰت کاالفص فی الخاتم والمسامر فی اللوح'' (روح المعانی) یعنی اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی ستارہ بھی آسمان میں ایسا جڑا ہوا ہے جیسا انگوٹھی میں ہیرا یا تختی میں میخ۔امام ابوحنیفہؒ کے استاد عطا بن ابی رباحؒ کا بھی ایسا ہی قول ہے علامہ آلوسی نے

سورۃ طلاق کی تفسیر میں اسرائیلی روایات کی بھی تردید کی ہے کہ اکثر نا قابل اعتماد ہیں باقی جن آیات سے ستاروں کا آسمانوں میں ہونا مترشح ہوتا ہے اس کی تردید روح المعانی کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔

۱۰: اسلام کی غیبی تائید سائنس سے ہو رہی ہے:۔

اللہ تعالیٰ نے ان سائنسدانوں کے ہاتھ سے ہی اسلام کی غیبی تائید کروا رہا ہے اور ان پر اتمام حجت ہو رہی ہے سائنسدانوں نے اربوں روپے خرچ کئے تب کہیں اوزار اور آلات کے ذریعہ چاند سے مشت خاک لائے لیکن سید الرسل اور مسلمانوں کے ہادی اعظم ﷺ نے انگلی کے ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے جب کہ دونوں ٹکڑوں کو ملا دیا۔ "اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا ایۃً یعرضوا ویقولوا سحرٌ مستمر" (ط) اتنا بڑا کارنامہ جب بلا راکٹ واسباب اور بغیر کھربوں روپیہ ضائع کئے ظاہر ہوا تو یورپ کے خرد ماغوں نے اس معجزہ کی اب تک ہنسی اڑائی فلاسفہ نے مذاق اڑایا مگر آج انہیں خود قائل ہونا پڑا کہ تمام سیارے خرق والتئام (پھٹنا اور جڑنا) اور توڑ پھوڑ قبول کرتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ آج کی سائنسی تحقیقات سے اسلامی تعلیمات کی تائید ہو رہی ہے۔

۱۱: اسلام اور عہد حاضر کے سائنسی کارنامے:۔ (انکشافات کا عہد)

موجودہ دور اپنے طبعی تحقیقات علمی وفنی ایجادات اور انکشافات وایجادات کے عہد سے بجا طور پر تاریخ کا اہم ترین دور ہے اور مستحق ہے کہ اسے انکشافات وایجادات کے عہد سے یاد کیا جائے۔

۱۲: مذہب اور سائنس کے حدود کار:۔

جہاں تک مذہب اور سائنس کے باہمی ٹکراؤ اور تصادم کے خدشات اور وساوس کا تعلق ہے عقل وفہم کی اس کی کج روی اور فہم ونظر کی اس گمراہی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان اذہان میں مذہب اور سائنس کے دائرہ کار اور حدود ورفتار کا تعین نہیں ہو سکا۔ حالانکہ مذہب اور سائنس کی راہیں بنیادی طور پر جدا جدا اور دونوں کے دائرے الگ الگ ہیں سائنس وتحقیق اور علم انکشاف کا سروکار اس عالم محسوسات ومادیات سے ہے جو کسی طرح بھی ہمارے حواس ومشاہدات میں آسکتے ہیں اور مذہب کی ساری جولانی غیب کی اس دنیا میں جو ہمارے محسوسات سے وراء الوراء ہے وہ ہمیں اس دنیا کی حقیقتوں کی خبر دیتا ہے جہاں تک ہمارے عقل وادراک اور احساس وشعور کی رسائی قطعی ناممکن ہے

۱۳: کائنات کی حقیقت اور سائنس دانوں کا اعترافِ عجز:۔

سائنسی اصول ونظریات کی یہی بے ثباتی اور کمزوری ہے کہ جب بھی سائنس کی دنیا میں کائنات کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں سوچا گیا تو اس کی بنیادوں میں تزلزل پیدا ہوا جہل اور لاعلمی کی آندھیاں اٹھنے لگیں اور اعلان کیا گیا کہ "ہمارے دماغ کی فطری ساخت ہی اشیاء کی ماہیت اور کیفیت کا نہیں، ہم صرف کمیت کا ادراک کر سکتے ہیں کیفیت کا نہیں۔ (پروفیسر کیلر برہان ۸۴ ش نمبر ۱)

پروفیسر ٹنڈل نے سمجھانے کے لئے گھڑی کی مثال دے کر سائنس کے حدود واختیارات کا تعین کیا اور کہا کہ "بجنسہ یہی حال واقعات اور

حوادث فطری کا ہے عالم کی اس مشین کے اندر بھی ایک مخفی مشین کارفرما ہے اور ایک خزانہ قوت ہے جو اس مشین اور ذخیرہ قوت سے پردہ ہٹا کر یہ بتاتا ہے کہ واقعات وحوادث انہیں دونوں کے باہمی تعلق کا نتیجہ ہیں لیکن کارخانہ عالم کی یہ اندرونی مشین خود کیا ہے یہ کیسے بنی اور اس گھڑی کو کس نے اور اس کی چلانے والی قوت کہاں سے آئی یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب سائنس کے بس سے باہر ہیں۔(از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۲۸) لاریب کہ علم سائنس کا یہی شہباز آج خلا کو مسخر اور نظام شمسی کے بڑے سے بڑے اجرام کو زیر کر رہے ہیں مگر زندگی کے وہ فطری حقائق جن کے سمجھنے اور پانے سے جذ اور آخرت پر ایمان لانے والا کوئی شخص بے نیاز نہیں ہو سکتا نہ وہ ہر شخص جس کے سر میں دماغ ہے گوبر نہیں اس کی تسلی بخش حل سے مستغنی ہو سکتا ہے سائنس اختراع اور ایجاد کی دنیا اس بارے میں کوئی رہنمائی نہیں کر سکی اور پکار پکار کر کہا جا رہا ہے کہ سائنس کسی چیز کی بھی کامل توجیہ نہیں کر سکی نہ اس کے اسباب اول تا آخر بتائے جا سکتے ہیں کیونکہ انسان کا اعلیٰ سے اعلیٰ علم بھی تاویل توجیہ میں آغاز اشیاء کی طرف چند قدم آگے نہیں بڑھ سکا۔(ہکسلے)

۱۴: اقلیم مذہب کی حدود اور وسعتیں:۔

مشاہدات ومحسوسات کی وہ آخری سرحد جہاں سائنس ہمیں بے یار ومددگار ظلمت بعضھا فوق بعض (تہ بہ تہ اندھیرے) کے عالم جہل و بے خبری میں چھوڑ کر الگ ہو جاتی ہے ٹھیک وہاں سے اقلیم مذہب کی حدود کا آغاز ہوتا ہے جس کی پنہائیاں لامحدود ہیں اور جس کی وسعتیں علم وہدایت فکر وفہم عقل وخرد کے تمام خزانوں کو سمیٹی ہوئی ہیں۔ جہاں ظلم وجہل نام کی کوئی شے نہیں نور ہی نور ہے علم حقیقی کی ضیا پاشیاں اور قدرت وفطرت کے اٹل اصول اور لازوال مبادی کی فرمانروائیاں ہیں۔ "فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون" جس سرحد پر محسوسات ومشاہدات کا علم ہیں حیران وسرگردان چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے وہاں سے مذاہب آ کر ہماری رہنمائی کرتا ہے اور انسانی فطرت کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ ہمیں تخلیق کائنات اور انسانی پیدائش کے مقاصد سے روشناس کراتا اور شکوک وشبہات کی تمام گتھیاں سلجھا کر انسانی قلوب واذہان کو سکون واطمینان کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے۔

۱۵: چاند تک رسائی اور اسلام کا مؤقف:۔

سائنسی کارناموں یا چاند اور سورج کی تسخیر کے بارے میں اسلامی تعلیمات میں کوئی ایسی تصریح نہیں پائی جاتی ہے جس سے ان چیزوں کی نفی ہوتی ہو سورج اور چاند کا کسی خاص آسمان میں ہونا یا دیگر سیارات کے لئے آسمانوں سے اوپر یا پانچویں یا چھٹے آسمان کے تعین کے جو اقوال مشہور ہیں وہ فلسفہ یونان یا بطلیموسی علم ہیئت یا اسرائیلی روایات پر مبنی ہیں البتہ قرآن وسنت سے آسمانوں کا وجود ان کا ذی جرم ہونا ان میں دروازوں گزرگاہوں کا پایا جانا ان کا مختلف منازل وبروج پر تقسیم ہونا ثابت ہے اکابرین اسلام میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کی روایات میں تصریح پائی جاتی ہے۔ کہ نظام فلکی کے تمام سیارے شمس وقمر سمیت قنادیل معلقة (لٹکے ہوئے فانوسوں) کی مانند

آسمانوں کے نیچے موجود ہیں اور آسمانوں کا مقام ان تمام سیاروں سے اوپر ہیں۔

۱۶: سائنس اور مذہب میں کوئی تصادم نہیں:۔

زمین پر چلنے والے چوپایوں کا ہوا میں اڑنے والے پرندوں سے اور کسی ریل گاڑی کا سمندری جہاز سے تصادم اتنا تعجب خیز نہیں جتنی کہ یہ رائے قائم کر لینا کہ مذہب اور سائنس میں تصادم ہوسکتا ہے اگر سائنس کی کوئی بات معاہدہ صحیح اور عقل سلیم پر مبنی ہے تو ناممکن ہے۔ کہ مذہب کے کسی اصول سے اس کا ٹکراو ہوا گر ایسی صورت حال کہیں پیدا ہو جائے تو وہ درحقیقت عقل کی ٹھوکر کا نتیجہ ہوگا حقائق اشیاء کے ادراک میں ہمارے علم وفہم سے لغزش ہوئی ہوگی یا پھر ایک ایسی بات کا رشتہ ہم نے مذہب سے ملا دیا ہوگا جو نہ کسی صحیح سند اور مضبوط استدلال اور نقل صحیح پر مبنی ہوگا اور نہ اس کا رشتہ درحقیقت مذہب کی اولین تعلیمات سے ملا ہوگا اور یہ اس لئے کہ جس طرح ایک سچا مشاہدہ اور علمی دریافت قابلِ ہے تو کسی قطعی اور متواتر دلیل پر مبنی مذہب کا کوئی اصول اس سے ہزار درجہ نا قابل تردید اور واجب التسلیم ہے دونوں میں تعارض ناممکن ہے دونوں کا دائرہ کار الگ الگ اور دونوں کی حدود اختیار جدا جدا ہیں۔

۱۷: چاند کی تسخیر میں اسلام کا موقف:۔

اس تفصیل کی روشنی میں چاند اور ستاروں کی تسخیر کا مسئلہ لیجئے بلاشبہ قرآن وحدیث نے اس کے وقوع پذیر ہونے کی صاف صریح اور محکم الفاظ میں نشاندہی نہیں کی کہ نہ تو یہ چیز اس کے موضوع میں داخل تھی اور نہ چودہ سال بعد تحقیق اور مشاہدہ پر مبنی کسی دریافت کی تمام تفصیلات اس وقت کے اذہان کے لئے قابل فہم تھیں مگر کیا اسلام نے ان فتوحات کے تحقق اور وقوع ہونے کی بھی نفی کی ہے اسلامی تعلیمات اور کتاب وسنت کی تصریحات میں ہمیں کوئی بھی ایسی چیز نہیں مل سکتیں جن سے ان چیزوں کی نفی ہوتی ہو یا اب تک کسی ثابت شدہ تحقیق سے اس کی تغلیط ہوتی ہو چاند اور سورج یا دیگر سیاروں کا کسی خاص آسمان کی طرف نسبت یا آسمانوں میں اس کا جڑنا اور اس قسم کے کئی امور کے بارے میں جو متضاد آراء اور مختلف نظریات مشہور ہیں وہ سب کے سب فلسفہ یونان اور رومی علم الافلاک یا بطلیموسی علم ہیئت یا پھر اسرائیلی روایات بلکہ خوداب تک کے سائنسدانوں کے متضاد اقوال پر مبنی ہیں صدیوں تک ان افکار ونظریات کا غلغلہ رہا اور مسلمانوں کے دوایک مفسرین بھی اس سے متاثر ہو کر ان کا رشتہ تاویل کے طور پر کسی آیت سے جوڑ دیا۔ تفسیر محکم کے طور پر ہرگز نہیں۔

۱۸: نظام فلکی اور آئمہ سلف:۔

پھر ان تفاسیر میں اگر بطلیموس اور فیثاغورث کی تحقیقات پر مبنی اقوال مل سکتے ہیں تو دوسری طرف عبداللہ ابن عباسؓ جیسے خبرالامت صحابی اور عطاء بن ابی رباح جیسے ثقہ تابعی کے اقوال وروایات بھی موجود ہیں۔ جن سے عصر حاضرہ کی موجود تحقیقات کی تائید ہو رہی ہو ان حضرات کی روایات میں تصریح پائی جاتی ہے کہ نظام فلکی کے تمام سیارے شمس وقمر، زہرہ، عطارد سمیت آسمانوں کے نیچے لٹکے ہوئے فانوسوں کی مانند ہیں یہاں تک کہ جن چیزوں کی تعبیر موجودہ اصطلاح میں مرکز ثقل کشش اور مدار میں گردش وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ ان روایات

میں انہیں نور کی زنجیروں ڈھکی ہوئی موج، جذب اور مدار وغیرہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے جو لوگ چاند اور ستاروں کو اسرائیلی روایات یا انہی تاویلات کے بل بوتے پر آسمانوں کے اوپر یا ان کے بیچ میں انگوٹھی میں ہیرے اور تختی میں میخ کی مانند جڑا ہوا ثابت کرانا چاہتے ہیں۔ محقق علماء اور مفسرین نے ان کی تردید کی اور ان تاویلات کو بے دلیل اور نا قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

۱۹: آسمانوں کا وجود:۔

آسمانوں کا وجود تو بے شک قرآن وسنت بار بار اسے ایک حقیقت ثابتہ کے طور پر ذکر کرتا ہے ان کا وجود ان کا تعداد ان کا ذی جرم ہونا ان میں دروازوں اور گزرگاہوں کا پایا جانا اور مختلف منازل اور برجوں پر ان کا تقسیم ہونا یہ سب کچھ صاف اور صریح الفاظ میں موجود ہیں مگر کائنات کی ان لامحدود وسعتوں کے ہوتے ہوئے جنہیں اجمالا اشارہ کیا جا چکا ہے کائنات کی ایک حقیر مقدار اور معمولی ذرہ کے برابر چاند اور سورج کی صورت میں کسی سیارہ تک رسائی ہو جانے سے یہ دعویٰ کرنا کہ آسمان کا وجود ہی نہیں علم وفہم اور عقل وخرد کی تضحیک اور رسوائی نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۰: اسلام نے کبھی بھی سائنس اور مادی ترقیات سے نہیں روکا:۔

کائنات کی ان لامحدود وسعتوں میں غیر اقوام کی ترک تازیوں کو دیکھ کر یورپ کی ذہنی غلامی میں مبتلا بہت سے لوگ اس میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی کا الزام بے چارے اسلام کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ خود اس طبقہ کی ذہنی پستی اور فکری غلامی کا نتیجہ ہے جسے وہ بڑی عیاری اور چالاکی سے اب اس اسلام کا سر مونڈھنا چاہتے ہیں جس کے ساتھ وہ اپنا ذہنی وفکری اور عملی رشتہ صدیوں ہوئیں کاٹ چکا ہے سوال یہ ہے کہ اسلام نے سائنسی اور مادی ترقی اور تسخیری کوششوں سے ہمیں کب روکا ہے؟ اسلام نے ان بے مایہ ادیان اور مذاہب عیسائیت اور پاپائیت جیسا نہ تھا کہ ان میں عصری تقاضوں اور سائنسی انقلاب کا سامنا کرنے کی تاب نہ تھی اور یورپی اقوام کو سائنسی انقلاب کے لئے اپنے مذہب کے ہاتھوں آگ اور خون کے طوفانوں سے گزرنا پڑا بلکہ ہر دور کے چیلنج کا مجسم جواب رہا اور قیامت تک رہے گا۔

۲۱: مسلمانوں کے تخلف کے اصل ذمہ دار:۔

طبیعاتی علوم میں مسلمانوں کا تخلف اگر ہے تو اس کی ذمہ داری یورپ کی وہ اندھی تقلید ہے جو ہماری نظر انتخاب صرف وہاں کی فحاشی عیاشی اور دیگر خرابیوں پر ہی ڈالتی ہے مگر علم وتحقیق اور سائنس کے میدان میں ہاتھ پاؤں توڑ کر اور کاسہ گدائی لے کر ہم صرف ان نوالوں کے چبانے اور اگلنے پر اکتفا کرتے ہیں جنہیں آقایان مغرب اگل کر ہمارے سامنے پھینک دیتے ہیں اگر مذہب واقعی ہمیں ان ترقیات سے روکتا ہے تو جن لوگوں نے صدیوں سے حاملین مذہب کو از کار رفتہ قرار دے کر مذہب کا جوا اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اور دو ڈھائی سو سال سے اپنی ساری فکری اور عملی قوتیں مغربی نظام تعلیم میں کھپا رہے ہیں اس نظام تعلیم سے ہمیں ذہنی آوارگی یورپ کی مرغوبیت مذہب

سے گریز کی دولت تو مل گئی مگر ایجاد واختراع تحقیق اور دریافت کی کنجیاں انہوں نے اپنے پاس رکھیں۔

۲۲: چاند تک انسان کی رسائی اور چند شبہات کا ازالہ:۔

ماہنامہ الحق جولائی اگست 1949ء کے شمارہ میں جو مفصل رپورٹ درج کی گئی وہ درج ذیل ہے۔

(الف) اولاً: چند بنیادی باتیں عرض ہے واضح رہے کہ تمام اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اس سارے عالم کا بنانے والا صرف اللہ ہی ہے اور وہ اس عالم کے تمام ذرات اور تمام ان قوتوں سے جو کہ عالم میں ودیعت کی گئی ہیں بخوبی عالم اور واقف ہے پس جو حقائق اللہ نے وحی کے ذریعہ بیان کئے ہیں ان میں غلطی ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ اگر سائنس اور وحی میں تصادم محسوس ہو تو یہ فیصلہ کیا جائے کہ سائنسدانوں نے پوری تحقیق نہیں کی ہے ورنہ ان کی صحیح تحقیقات وحی سے کبھی متصادم نہ ہوتیں کیونکہ وحی اور سائنس جو واقعات پر مبنی ہو ان میں مخالفت اور تصادم ناممکن ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے وحی اس مقصد کے لئے نازل کی ہے کہ انسان کو تعلق مع اللہ کے حصول کے طریقے معلوم ہوں اور مرضیات الٰہی غیر مرضیات سے ممتاز ہوں وحی الٰہی کا مقصد اسلحہ سازی اور کارخانہ سازی نہیں ہے اور نہ قرآن کریم تاریخ یا جغرافیہ کا صحیفہ ہے ان مقاصد کی تحصیل کے لئے نعمت خداداد یعنی عقل کا استعمال ضرورت کے وقت کافی ہے یہی وجہ ہے کہ وحی میں ایسے حقائق کی طرف کوئی تعرض نہیں کیا جاتا جن کا نزول وحی کے مقصد کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ ہو۔

(ج) عقلیات اور اسرائیلیات کے ساتھ اسلامی رویہ یہی چلا آرہا ہے کہ ان میں سے جو امور وحی سے مخالف ہوں ان کی تکذیب کی جائے گی اور جو مخالف نہ ہوں تو وہ دو قسم کے ہے ایک یہ کہ مشاہدہ دلیل سے ان کا ثبوت ہوا ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی دوسرا یہ کہ مشاہدہ یا دلیل سے ان کا ثبوت نہ ہوا ہو تو ان کی تصدیق نہ کی جائے اور نہ تکذیب کی جائے۔

(د) قرآن اور حدیث سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ کفار آسمان میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''**لا تفتح لهم ابواب السماء**'' مکذبین اور کفار کے لئے ان کے اعمال اور ارواح اور اجساد کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

(سورۃ الاعراف ۵۴) لیکن آسمان تک جانے سے ممنوع نہیں ہیں اور نہ آسمان تک جانا مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ شیاطین اور جنات کا آسمان تک چڑھنا اور آسمان کو چھونا نصِ قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرساً شديداً وشهباً**'' (سورۃ جن) لہٰذا جو اشیاء آسمان سے نیچے ہیں کفار کے لئے ان پر چڑھنا ممنوع نہیں ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(ھ) چاند کے متعلق حکماء یونان (سائنسدانوں) کا خیال اور عقیدہ تھا کہ چاند پہلے آسمان کے ثخن میں مرکوز ہے اور بہت سے اہل اسلام بھی ان سے موافقت کرتے تھے اس بناء پر کہ یہ عقیدہ نصوص سے متعارض نہیں تھا اس لئے کہ قرآن وحدیث میں چاند کے متعلق صاف طور پر نہیں کہا گیا تھا کہ چاند آسمان کے ثخن میں مرکوز ہے اور یہ نہ کہا گیا ہے' کہ چاند آسمان وزمین کے درمیان فضاء میں ہے۔ کیونکہ

قرآن مجید کے مقصد نزول کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بے شک قرآن مجید میں چاند کے متعلق "فی" کا لفظ استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وجعل فیھا سراجاً وقمراً منیراً وقال اللہ تعالیٰ جعل القمر فیھن نوراً وقال اللہ تعالیٰ کل فی فلکٍ یسبحون"، مگر کلمہ "فی" کا مدلول ظرفیت ہے نہ مرکوزیت یعنی "فی" کا مدلول یہ ہے کہ اس کا مدخول کسی چیز کے لئے زمان یا مکان ہوگا اور یہ معنی نہیں ہے کہ اس کے مدخول میں کوئی چیز مرکوز ہوگی "زید فی الدار فی المسجد فی السوق فی الجنۃ" سے یہ مراد نہیں ہے کہ زید ان اشیاء سے مرکوز ہے۔ "او ھذا مما لا یخفی علی من تفکر فی الاسلام" نہ یہ لغت کا تقاضہ ہے نہ عرف کا اور مزید براں یہ کہ ظرفیت سے ہمیشہ کے لئے یہ مراد نہیں ہوتا کہ کلمہ "فی" کا مدخول نفس الامر اور حقیقت میں یہ ظرف ہوگا۔ بلکہ بسا اوقات اس سے مراد بادی اور ظاہری نظر میں ظرفیت ہوتی ہے خصوصاً ایسے مقام میں جب کہ عام اذہان کے لئے حقیقت کے سمجھنے میں مشکلات پیش ہونے کا خطرہ ہو اور یہ معنی بھی فصیح اور بلیغ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وجدھا تغرب فی عین حمئۃ" ذوالقرنین نے سورج کو ایک گدلے تالاب میں ڈوبتے پایا (سورۃ الکھف) اس کا مقصد بھی یہی ظاہری نظر میں آنا ہے نہ کہ حقیقت میں ایسا تھا تو اس تحقیق کی بناء پر یہ گنجائش بھی نکلی کہ چاند کا فی السماء ہونا بادی ظاہری نظر میں ہو۔

(و) یہاں یہ بھی ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ فلک اور سماء بعض مفسرین کے نزدیک ایک ہی چیز کے نام ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ فلک مدار کو کہا جاتا ہے نہ کہ آسمان کو۔ "قال العلامۃ الالوسی فی تفسیرہ ۱۷ صفحہ ۴۰ والفلک فی الاصل کل شئی دائر ومنہ فلکۃ المغزل والمراد بہ ھنا علی ما روی عن ابن عباسؓ والسدیؒ اسماء وقال اکثر المفسرین ھو موج مکفوف تحت السماء یجری فیہ الشمس والقمر وقال الضحاک ھو لیس بجسم وانما ھو مدار ھذہ النجوم" حکیم الامت حضرت تھانویؒ بیان القرآن میں فرماتے ہیں فلک گول چیز کو کہتے ہیں چونکہ شمس وقمر کی حرکت مستدیر ہے اس لئے اس کے مدار کو فلک فرمادیا خواہ وہ آسمان ہو یا فضا بین السمائین یا فضا بین الارض والسماء ہو یا ثخن سماء ہو کوئی نص اس میں قطعی نہیں اور سلف سے تفسیرین مختلف منقول ہیں۔ کما فی الدر المنثور اس لئے اس کو مبہم ہی رکھنا اقرب الی الاحتیاط ہے (سورۃ الانبیاء ۳۷) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فلک اور سماء الگ الگ چیزیں ہیں نیز اس کی بھی تائید ہوئی کہ شمس وقمر آسمان کے ثخن میں یقینی طور پر مرکوز نہیں ہے۔

(ز) نجوم کے متعلق علامہ آلوسیؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت فرماتے ہیں "ان النجوم قنادیل معلقۃ بین السماء والارض بسلاسل من نور بایدی ملئکۃ من نور" (روح المعانی ج ۳۰ صفحہ ۵۰) یعنی ستارے آسمان اور زمین کے درمیان ہیں اور آسمان کے ثخن میں مرکوز نہیں ہیں مزید فرماتے ہیں "لم یقم دلیل علی ان شیئاً من الکواکب مغروز فی شئی من السموٰت کا لفص فی الخاتم (روح المعانی ۲۷ ص ۴۵) حالانکہ ان کے متعلق اللہ فرماتے ہیں "تبارک الذی جعل فی السماء بروجا" (سورۃ الفرقان) اور بروج سے مراد نجوم اور تارے ہیں "فی التحقیق وھو منقول عن السلف" اور فرماتے ہیں۔

"وزینا السماء الدنیا بمصابیح" (سورۃ الملک ۵۴) تو جس طرح نجوم کے متعلق کلمہ "فی" استعمال ہوا اور ان کی زینت سماء کہا گیا

ہے اور باوجود اس کے کہ یہ آسمان میں مرکوز نہیں بلکہ بادی اور ظاہری نظر پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے اسی طرح چاند کے متعلق بھی کہا جائے گا بلکہ جب یہ تسلیم کیا جائے کہ زمین اور آسمان دونوں گول ہیں تو اسی تقدیر پر چاند اور سورج بلکہ زمین تمام کے تمام پر یہ اطلاق بلا ریب صحیح ہے کہ یہ چیزیں آسمان اور آسمانوں میں ہیں۔

اس تمہید کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ مسلمان کے لئے چاند اور سورج بلکہ آسمان پر اترنا ممکن ہے حضرت آدمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کا آسمانوں کی طرف مافوق الاسباب چڑھنا اس امکان کی واضح دلیل ہے کیونکہ اس حکم کا انبیاء علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں بے شک امریکہ وغیرہ کے کفار کے لئے ناممکن ہے کہ وہ آسمان میں داخل ہو جائیں لیکن جو چیزیں آسمان سے نیچے ہیں ان پر اترنا کفار کے لئے ناممکن اور ممنوع نہیں ہے پس اگر چاند آسمان سے نیچے ہو جیسا کہ یہ اکثر مفسرین کی رائے ہیں تو کفار کے لئے اس پر اترنے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ باقی رہا امریکہ کا یہ دعویٰ کہ،،،،

(۱) اس نے چاند پر انسان اتارا ہے تو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسے دعوؤں کا وحی کے ساتھ کوئی تصادم نہیں ہے

(۲) آلات اور رصد گاہوں کے ذریعے سے اس کا مشاہدہ ہوا ہے۔

(۳) شریعت میں کفار کے دنیاوی اخبارات پر اعتماد کرنا جائز ہے بلکہ اس میں دینی مصالح بھی موجود ہیں خصوصاً رفع عیسیٰؑ اور واقعہ معراج کا ذہن نشین ہونا اور کفار پر اتمام حجت ہونا اور انکار کی صورت میں قرآن مجید کی تکذیب کا خطرہ ہے۔

چند شبہات کا ازالہ:۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ولکم فی الارض مستقر'' تمہارے لئے زمین ٹھکانا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ انسان علویات پر نہیں اتر سکتا ورنہ عیسیٰؑ وغیرہ کس طرح آسمان پر ٹھکانا رکھتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ عام طور پر انسان زمین پر ٹھکانا رکھے گا کیونکہ دنیاوی زندگی کی ضروریات کا یہاں انتظام ہوا ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ بعض افراد مافوق الاسباب یا ما تحت الاسباب خلاف عادت علویات پر اتر جائیں

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وفیھا نعیدکم'' اس زمین میں تم کو لوٹا دیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انسان خلائی پرواز نہیں کر سکتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی نہ کسی وقت ضرور زمین میں لوٹایا جائے خواہ موت کے ساتھ متصل ہو حشر سے پہلے ہو۔

(۳) ''وحفظنا ھا من کل شیطٰن رجیم'' محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے تو اس سے مراد لمس اور آسمان تک چڑھنا سے حفاظت نہیں بلکہ اس سے مراد آسمان کے حالات سے خبرداری سے حفاظت ہے یا آسمان کے باشندوں کے اختلاط ہے۔

(تفسیر آلالوسیؒ ۱۴۰ صفحہ ۲۳)

(۴) شہاب ثاقب حملہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ شیاطین استماع کرنے لگے۔ قال اللہ تعالیٰ: فمن یستمع الان یجدلہ شھابا رصداً. اور قرآن مجید سے یہ معلوم نہیں کہ صرف چڑھنے سے یہ حملہ شروع ہوتا ہے لہٰذا کفار کی آسمان تک رسائی میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ص ۳۳۰، ۲۷۸)